سید مظفر حسین برنی کی اقبال فہمی میں تصورِ پاکستان کے تنقیدی تفکرات

Critical Reflections on the Concept of Pakistan in Syed Muzaffar Hussain Barni's Understanding of Iqbal

Muhammad Amir Iqbal, Ph.D.
Post-Doctoral Fellowship Scholar, Islamic Research Institute (IRI), Interntational Islamic University, Islamabad
amirmphil69@gmail.com

Abstract

This paper critically examines Syed Muzaffar Hussain Barni's interpretation of Allama Iqbal's role in conceptualizing Pakistan. It challenges the narrative, advanced by certain scholars and Orientalists, that Iqbal disavowed the idea of a separate Muslim state, a claim used to undermine Pakistan's ideological foundations. Utilizing a textual and historical methodology, this study analyzes Iqbal's key writings, including his 1934 letter to Edward Thompson and his crucial 1937 correspondence with Muhammad Ali Jinnah. The research refutes Barni's central thesis that Iqbal only ever advocated for a Muslim province within a united Indian federation. The findings demonstrate that Iqbal's political thought evolved significantly. While his initial proposals focused on autonomy, his later letters to Jinnah explicitly champion a separate Muslim federation based on the right of self-determination. This articulates the core principle of what became Pakistan. The study concludes that Barni's interpretation is reductively based on a single data point, ignoring the clear evolution in Iqbal's stance. It affirms that Iqbal was the intellectual architect of Pakistan, providing its essential philosophical framework of Islamic nationhood. Disassociating him from Pakistan is an ideological project aimed at weakening the state's intellectual coherence.

Keywords: Iqbal, Pakistan ideology, Barni, two-nation theory, Islamic state

کلیدی الفاظ: خطبات، مکتوبات، اقبال لاہوری، برنی، مآخذ

برصغیر کی علمی، فکری اور تہذیبی تاریخ میں مختلف موضوعات پر علمی و تحقیقی کام ہمیشہ سے ایک روشن روایت رہا ہے۔ دانشوروں اور محققین نے نہ صرف اپنے دور کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کی بلکہ ان کے حل کے لیے علمی بنیادوں پر دلائل بھی فراہم کیے۔ زیرِ نظر مقالہ بھی اسی علمی روایت کا تسلسل ہے جس میں موضوعِ تحقیق کو اصولوں کی روشنی میں پرکھا گیا ہے۔ اس مقالے کی تیاری میں مستند حوالہ جات، معتبر مآخذ اور علمی مواد کو سامنے رکھا گیا ہے تاکہ تحقیق معیاری اور نتیجہ خیز ہو۔ اس مقالہ میں بنیادی توجہ اس امر پر دی گئی ہے کہ موضوع کے مختلف پہلوؤں کو مربوط دلائل کے ساتھ پیش کیا جائے۔ تحقیق کے دوران ہر ممکنہ کوشش کی گئی ہے کہ غیر ضروری تکرار یا غیر مربوط جملے شامل نہ ہوں اور مواد ایک علمی بہاؤ میں آگے بڑھے۔ مزید برآں، اصطلاحات اور اہم الفاظ کو ان کی درست شکل میں پیش کیا گیا ہے۔

فکرِ اقبال کی تعبیر و تفسیر کے لیے اقبال شناس ماہرین نے اپنے تاثرات کو بھی اقبال کی آواز قرار دیا۔ ہندوستان کی تقسیم کی ذمہ داری اقبال کے خطبہ صدارت پر ڈالی جاتی ہے جو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں دیا گیا۔ علامہ اقبال نے الہ آباد کا مشہور خطبہ 29 دسمبر 1930 کو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے دوران دیا تھا۔ اس رویے سے اقبال دشمنی کی بو آتی ہے جو پاکستان کی سرحدوں کو کمزور کرنے کی سازش ہے۔ برنی نے اقبال کے خطوط اور بیانات سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اقبال پاکستان سکیم کے خالق نہ تھے۔ پاکستان کی فکری اور نظریاتی اساس کو کمزور کرنے کے

لیے یہ موقف اختیار کیا گیا کہ اقبال کا تصورِ پاکستان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اقبال کے مکتوبات، مضامین اور بیانات میں جامعیت اور آب وتاب کے ساتھ تصورِ پاکستان محفوظ ہے۔ اقبال کو تصورِ پاکستان سے خارج کرنے کا مقصد فکرِ اقبال کی عالم گیریت کو محدود کرنا ہے۔ مسلمانوں کو فرقہ قرار دے کر ہندو مسلم مسئلے کو فرقہ واریت قرار دینا سوچی سمجھی سازش کے تحت کیا گیا۔

اسلام نسلوں اور قوموں میں تقسیم شدہ اولادِ آدم کو ایک ہی اسلامی برادری میں محفوظ کرتا ہے۔ پاکستان چودھری رحمت علی کی تحریک کے باعث قائم نہیں ہوا۔ مسلم لیگ کی شاندار کامیابی کے بعد قائدِ اعظم محمد علی جناح کے ساتھ مذاکرات ہندوستان کے سیاسی راہنماؤں کی مجبوری بن گئے۔ اقبال مسلم لیگ سے وابستہ تھے۔ تحریکِ پاکستان کو فکری راہنمائی اقبال نے فراہم کی۔ ہندوستان کو پرامن بنانے کے لیے اقبال کی تجاویز کو مدِ نظر رکھنا لازم تھا۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح نے اقبال کے بیانات کو ہمیشہ سامنے رکھا اور علیحدہ وطن کے لیے نہایت دیانت داری سے کوشش کی۔ آپ نے علامہ اقبال کی طے شدہ راہوں پر چل کر پاکستان قائم کیا۔ پاکستان کی فکری سرحدوں کو کمزور کرنے کے لیے اقبال دشمن اور پاکستان مخالف قوتوں نے جو سازش تیار کی ہے وہ کبھی پوری نہ ہو سکے گی۔ اس مضمون کا مطالعہ فکرِ اقبال کی وسعت کے لیے مآخذات فراہم کرے گا اور فکرِ اقبال کی تفہیم و توسیع اور پاکستان کے استحکام کی کوششوں کے لیے منظم راہیں استوار کرے گا۔

مقصد تحقیق

۱. فکرِ اقبال کے فروغ میں سید مظفر حسین برنی کی اقبال فہمی کا جائزہ لینا۔
۲. اسلامی ریاست کی تشکیل کے لیے اقبال کے نظریات کا مطالعہ کرنا۔
۳. اقبال مخالف شخصیات کی غلط فہمیاں دور کرنا۔

تحقیقی سوالات

۱. فکرِ اقبال کے فروغ میں سید مظفر حسین برنی کی اقبال فہمی کا کیا کردار ہے؟
۲. اسلامی ریاست کی تشکیل میں اقبال کے نظریات کی کیا اہمیت ہے؟
۳. اقبال مخالف شخصیات کن غلط فہمیوں کا شکار ہیں؟

تحقیقی طریقۂ کار

اس مقالے کی تکمیل کے لیے متنی طریقہ ہائے تحقیق اختیار کیا گیا ہے ساتھ ہی تاریخی موازنہ اور تقابلی جائزے کا طریقہ کار استعمال کیا گیا ہے۔ میٹاڈیٹا کو جمع کیا گیا ہے۔ اقبالیات کے ڈیجیٹل ذخیرہ سے مواد حاصل کیا ہے۔ نیچرل لینگویج پروسیسنگ جیسی تکنیکوں کو اقبالیات کے مواد کے تجزیہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اقبالیات کے وسیع تر منظر نامے اور رجحانات واسباب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کلیدی موضوع اور ماحصل کے ذریعے نتائج بحث مرتب کیے گئے ہیں۔

سید مظفر حسین برنی کی اقبال فہمی

سید مظفر حسین برنی ایک ایسے اقبال شناس ہیں جو فکرِ اقبال کے مفہوم سے بخوبی آگاہ تھے۔ آپ کا تعلق ''برن'' (بلند شہر) کے ایک قابلِ احترام گھرانے سے تھا۔ آپ ۱۴، اگست ۱۹۲۳ء کو بلند شہر میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی سلسلہ بہت عمدہ رہا۔ بی۔ اے میں انگریزی ادب میں ٹمپیل گولڈ میڈل

حاصل کیا پھر انگریزی ہی میں ایم۔اے بھی کیا۔۱۹۴۷ء میں انڈین ایڈمنسٹریٹو سروس ''آئی اے ایس'' کے مقابلہ کے پہلے امتحان میں کامیاب ہوئے اور ریاست اڑیسہ میں تعینات کیے گئے۔ مرکزی حکومت نے آپ کی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کیا۔آپ جوائنٹ سیکرٹری کمیونٹی ڈویلپمنٹ رہے۔ محکمہ زراعت میں جوائنٹ سیکرٹری رہے۔ایڈیشنل سیکریٹری وزارتِ پٹرولیم وکیمیکلز کاانتظامی عہدہ سنبھالے رکھا۔وزارتِ اطلاعات ونشریات کے اہم ترین ادارے میں سیکریٹری رہے۔بورڈ آف ریونیو میں ریلف کمشنر رہے۔چیف سیکرٹری اور ڈویلپمنٹ کمشنر کے اعلیٰ ترین عہدوں پر ذمہ داریاں سرانجام دیں۔وزارتِ داخلہ میں سیکرٹری جیسے عہدے پر کام کر کے نیک نامی حاصل کی۔ناگالینڈ، منی پور، تری پورہ اور ہریانہ کے گورنر رہے۔مرکزی حکومت کے اقلیتی کمیشن کے چیرمین رہے۔پبلک سیکٹر کے تقریباً آٹھ اداروں میں ڈائریکٹر کی حیثیت سے ذمہ داریاں سرانجام دیں۔بہت سی بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کی اور تقریباً ۲۴ ممالک کی سیر وسیاحت بھی کی۔اتنی مصروفیت کے باوجود آپ کے دل میں فکرِاقبال کو پروان چڑھانے کا جذبہ کبھی کمزور نہ ہوا۔آپ نے اقبال شناسی کا نیا باب رقم کیا۔ہندوستان کی قومی تہذیب کو اگر کسی زبان کے آئینے میں دیکھا جائے تو اردو زبان کا عکس ہی نظر آئے گا۔ درحقیقت اردو زبان کی حیثیت گلدستے جیسی ہے جس میں ہر زبان کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ یہ زبان اپنے لہجے اور اپنے باطن کے اعتبار سے بھی اپنی انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔ محبت، یگانگت، خلوص اور اپنائیت اس کے بنیادی عناصر ہیں۔ہندوستانی ماہرینِ ادب اس زبان کی ترویج وترقی میں کوشاں ہیں۔اہلِ ہریانہ کو اس بات پر خاص طور سے ناز ہے کہ اردو کی جنم بھومی ہریانہ کی دھرتی ہے۔ہریانہ اردو اکادمی نے حب الوطنی اور آپس کی رواداری کا جذبہ پروان چڑھانے کے لیے بہت سی کاوشیں کی ہیں۔ برنی صاحب فکرِاقبال کو پروان چڑھانے کا جذبہ لے کر اٹھے تو ہریانہ کے لوگوں نے ان کی عزت افزائی کی۔آپ نے ۷ فروری ۲۰۱۴ کو دہلی میں وفات پائی۔ (۱)سید مظفر حسین برنی کی اقبال فہمی میں ایک خصوصی موضوع اقبال اور پاکستان کے عنوان سے بھی معروف ہے۔

اقبال کے مصورِ پاکستان کی مخالفت

چوٹی کے ہندو رہنماؤں نہرو، راجندر پرشاد اور متعدد سکھ دانشوروں نے تھامسن کی کتاب **"Enlist India for Freedom"** جو ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی تھی، میں درج غلط بیانیوں کی بنیاد پر اپنے استدلال کی عمارت اٹھائی۔ مثلاً جواہر لال نہرو کہتے ہیں:

> ''اقبال پاکستان کے اولین حامیوں میں سے تھے تاہم انھوں نے اس کے مضمر خطرات اور اس کی لغویت کو محسوس کر لیا تھا۔ایڈورڈ تھامسن نے لکھا ہے کہ غالباً انھوں نے اپنی رائے تبدیل کر دی یا اس سوال پر ابتداً زیادہ غور نہیں کیا تھا کیونکہ اس وقت اس کو کوئی اہمیت حاصل نہ ہوئی تھی''(۲)

اقبال پاکستان کے اولین حامیوں میں سے تھے تاہم انھوں نے اس کے مضمر خطرات اور اس کی لغویت کو محسوس کر لیا تھا۔ایڈورڈ تھامسن نے لکھا ہے کہ غالباً انھوں نے اپنی رائے تبدیل کر دی یا اس سوال پر ابتداً زیادہ غور نہیں کیا تھا کیونکہ اس وقت اس کو کوئی اہمیت حاصل نہ ہوئی تھی''(2)

تھامسن کے نام اقبال کا خط

ایڈورڈ تھامسن نے اقبال کے خطبات ''تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے جو آبزرور Observor لندن میں شائع ہوا تھا، ان کے اس منصوبے کو ''نظریہ پاکستان'' سے غلط ملط کر دیا۔اس پر اقبال نے تھامسن کو لکھا:

آپ مجھے نظریہ پاکستان کا حامی قرار دیتے ہیں مگر پاکستان میرا منصوبہ نہیں ہے۔ میں نے اپنے خطبہ صدارت میں جو تجویز پیش کی تھی وہ صرف ایک مسلم صوبہ کی تشکیل ہے۔ یعنی ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک ایسا صوبہ جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ یہ نیا صوبہ میرے منصوبے کے مطابق ہندوستانی وفاق (فیڈریشن) کا ایک حصہ ہوگا۔ جبکہ نظریہ پاکستان میں مسلمانوں کے ایک جداگانہ وفاق کی تجویز رکھی گئی ہے جو براہِ راست انگلستان سے مربوط ایک علیحدہ ریاست ہو۔ یہ منصوبہ کیمبرج میں پیدا ہوا اور اس کے خالق یہ سمجھتے ہیں کہ گول میز کانفرنس میں شریک ہونے والے ہم مسلمانوں نے مسلم قوم کو ہندوؤں کے نام نہاد ہندوستانی قومیت کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھادیا ہے''(۳)

چودھری رحمت علی اور نظریہ پاکستان

برنی کے خیال میں یہ چودھری رحمت علی کے کتابچے (پاکستان: پاک قوم کا وطن) کا حوالہ ہے دراصل ان کے خیال میں یہ ایک سیاسی اُشقلا تھا جو نرے تخیل پر مبنی تھا۔(۴) اس وقت محمد علی جناح نے بھی چودھری رحمت علی کے نظریہ پاکستان پر سخت تنقید کی تھی۔(۵) یہاں یہ بات تو واضح ہے کہ نہرو نے تسلیم کیا ہے کہ اقبال پاکستان کے اولین حامیوں میں سے تھے۔ انھوں نے اپنے خیال سے یہ بھی طے کر لیا کہ پاکستان کی لغویت اقبال پر بعد میں منکشف ہوئی۔ اس دور کے کئی مستشرق بھی کانگرس کے حامی اور مسلم لیگ کے مخالف تھے۔ ایسے ہی عاقبت نااندیش لوگ ۱۹۴۷ء کے فسادات کا ذمہ دار اقبال کو ٹھہراتے ہیں(۶)۔ لیکن ساتھ ہی قیام پاکستان کو انگریزوں کی چال قرار دیا ہے۔ کچھ افراد کے خیال میں اقبال کے تصور کو پذیرائی اس وقت ملی جب کیمبرج کے بعض ہندوستانی طلبا کو اس کے پروپیگنڈے پر مامور کیا گیا۔

ہندوستان کی تقسیم کی ذمہ داری علامہ اقبال کے خطبہ صدارت پر

آزادی کے بعد بھارت میں اقبال کے ضمن میں دو متضاد رویے رفتہ رفتہ واضح ہوتے گئے۔ پہلے تو ہندی قوم پرست مسلمان تھے جو عام طور پر علامہ اقبال کو تصورِ پاکستان کا خالق سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے ابتدا میں اقبال کو نظر انداز کیا گیا۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے بقول:

''ہندوستان کے آزاد ہوتے ہی ملک میں دو موضوعات کے متعلق بڑی حد تک خاموشی چھا گئی۔ ایک اردو اور دوسرا اقبالیات۔ عام خیال یہ تھا کہ ملک کی تقسیم کی ذمہ داری علامہ اقبال کے اس خطبہ صدارت پر ہے جو انھوں نے ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہ آباد میں پڑھا''۔(۷)

دوسرا گروہ ان ہندوؤں اور مسلمانوں پر مشتمل تھا جو اقبال ہی کو تصورِ پاکستان کا خالق سمجھتا ہے۔ اس گروہ نے اپنا مقصد اقبال کو منہدم کرنا اور ان کی شخصیت کو مسخ کرنا بنالیا ہے اور ساتھ ہی اقبال کے افکار کو بھی غلط رنگ دینے کے درپے نظر آتا ہے۔ اقبال کی کردار کشی کا مقصد بھی در حقیقت یہی ہے کہ پاکستان کی فکری بنیاد کو مشکوک بنایا جائے اور کمزور کیا جائے۔

ہندوؤں اور ہندی قوم پرست مسلمانوں کے دونوں گروہ پاکستان کی مخالفت کے مقصد پر متفق نظر آتے ہیں۔ ہر گروہ میں ہندو اور ہندی قوم پرست مسلمان شامل ہیں۔ ایسا بھی نظر آتا ہے کہ ایک گروہ تو اقبال پر ''فرقہ پرستی'' اور ''تقسیمِ ملک'' کے حوالہ سے اعتراض کرتا ہے تو دوسرا اسے منہ توڑ جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ اقبال پر مذہبی فرقہ پرستی اور علیحدگی پسندی کی حمایت کا الزام بے بنیاد، گمراہ کن اور بہتان ہے اور یہ کہ اقبال کا تصورِ پاکستان سے کوئی تعلق نہیں ہے(۸)۔

سید مظفر حسین برنی کے بقول اقبال پاکستان سکیم کے خالق نہیں تھے

اقبال کو تصورِ پاکستان کے الزام سے بچانے والوں کی اس وقت خوب چاندی ہو گئی جب تھامسن کے نام اقبال کے مکتوبات شائع ہوئے۔ ایس حسن احمد کی کتاب ''Iqbal:- Political Ideas at Cross road'' علی گڑھ سے ۱۹۸۹ء میں شائع ہوئی(۹)۔اس کتاب میں تھامسن کے نام اقبال کے خطوط پہلی بار منظرِ عام پر آئے۔ تھامسن کے خطوط مورخہ ۴مارچ ۱۹۳۴ء میں اقبال نے ''پاکستان سکیم'' سے لاتعلقی اور خطبہ الہ آباد میں ''مسلم صوبے'' کی تجویز پیش کرنے کا ذکر کیا ہے۔اس نئی شہادت کی بدولت حسن احمد کی کتاب سے سید مظفر حسین برنی نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اقبال پاکستان سکیم کے خالق نہیں تھے۔اور ۱۹۳۴ء تک ہندوستانی وفاق کے اندر مسلم صوبے کی تشکیل چاہتے تھے۔

برنی نے اقبال کے خطوط بنام تھامسن اور راغب احسن نیز جواہر لال نہرو کی اس ضمن میں تحریر سے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔آلِ احمد سرور کا موقف تھا کہ ۱۹۳۷ء میں اقبال نے اپنا خیال تبدیل کر لیا تھا (۱۰) ۔اس ضمن میں برنی نے اپنی کتاب میں انھیں ہدفِ تنقید بنایا (۱۱)۔تصورِ پاکستان کے ضمن میں اعتراضات ہندوؤں،ہندی قوم پرست مسلمانوں،اشتراکیوں اور مستشرقین، سبھی نے کیے ہیں۔ان سب کی طرف سے پاکستان کی فکری و نظری اساس کو کمزور کرنے کے لیے غلط بیانیوں کا ایک جال بنا اور بچھایا گیا۔افسوس کی بات یہ ہے کہ پاکستان کے حامی پاکستانیوں نے بھی غلط بیانیوں سے کام لیا۔ان کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان اسلامی ریاست نہ بننے پائے (۱۲)۔لہٰذا پاکستان جس نظریے پر قائم ہوا تھا پاکستانی معاشرے کو اس کے مطابق مستحکم نہ ہونے دیا گیا۔تباہ کن مسائل نے وطنِ عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کو دو ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔بنگالی زبان کی تحریک کا خاتمہ بنگلہ دیش پر ہوا۔آج پاکستان میں لسانی،علاقائی اور نسلی قومیتیں سر اٹھائے کھڑی نظر آتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تصورِ پاکستان سے انحراف نے پاکستان میں سیاسی، معاشی، تہذیبی اور اخلاقی مسائل کو جنم دیا ہے۔مسائل اور مصائب سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لیے ہم پر لازم ہے کہ تصورِ پاکستان کو صاف اور شفاف انداز میں رہنے دیا جائے تاکہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کو قائدِ اعظم اور اقبال کے اُس تصور کو درست انداز سے منتقل کر سکیں کہ جس وجہ سے آج اقبال مفکرِ پاکستان کہلاتے ہیں اور ہم پاکستان کو اقبال کا خواب اور قائدِ اعظم کی انتھک کاوشوں کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔

تصورِ پاکستان کے ضمن میں آج یہ بات جاننا بھی ضروری ہے اور اپنی نئی نسل کو سمجھانا بھی ضروری ہے تاکہ پاکستان اور اقبال کے مخالفین اپنی ریشہ دوانیوں سے معمارانِ پاکستان کے خیالات کو غلط راہ پر نہ ڈال سکیں اور پاکستان کی اساس کو بھی ضعف نہ پہنچے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ تصورِ پاکستان کو چودھری رحمت علی اور اقبال کے نام سے علیحدہ علیحدہ منسوب کرنا ہندوستانی قوم پرست مصنفین اور مستشرقین کی سازش ہے کہ اس سے پاکستان اور اقبال کے تعلق کو علیحدہ ثابت کیا جا سکے۔اس سلسلہ میں مصنفین نے چودھری رحمت علی اور اقبال کی طرف سے مختلف باتیں اپنے پسندیدہ موضوعات کو گھڑ کر ہمارے سامنے پیش کی ہیں حالانکہ چودھری رحمت علی نے لکھا ہے کہ: ''۱۹۳۰ء کے خطبہ الہ آباد میں پہلی دفعہ اقبال جیسی بلند پایہ فکر و دانش کی حامل ہستی نے ایک معتبر پلیٹ فارم سے مسلم ریاست کے قیام کا تصور پیش کیا''(۱۳)۔

اقبالیات کے ماہرین اس حوالہ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ:

> ''ایک طرف تو اقبال نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو اس بات کی دعوت دی کہ تم ایک ملتِ واحدہ ہو اور جس قوم پرستی میں تم مبتلا ہو یہ ایک بالکل غلط اور مہلک تصور ہے اور دوسری طرف انھوں نے ہندی مسلمانوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ تم مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک قوم اور ایک ملت ہو۔ تمھارا کسی دوسری قوم میں جذب ہونا سراسر ایک باطل نظریہ ہے۔اگر اقبال نے بروقت یہ اقدام نہ کیا

ہوتااور اسلامی قومیت کے صحیح تصور کی تبلیغ کر کے مسلمانوں کے اندر اپنی اسلامی قومیت کا احساس پیدا نہ کر دیا ہوتا تو آج اس پاکستان کا کہیں وجود نہ ہوتا''(۱۴)۔

پاکستان کے مخالفین نے پاکستان کی فکری اور نظریاتی اساس کو کمزور کرنے کی خاطر یہ موقف پیش کرنا شروع کر دیا کہ اقبال کا تصورِ پاکستان سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض پاکستانی دانشوروں نے اسلام کا راستہ روکنے کے لیے اقبال کا تعلق تصورِ پاکستان سے کمزور کیا۔انھوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ تقسیمِ ہند کی تجاویز۱۸۵۸ء سے پیش ہو رہی تھیں (۱۵)۔ایک مورخ یا محقق نے یہ تک لکھ دیا کہ اقبال دو قومی نظریہ کے خلاف تھے۔ایسے صاحبان کا ذکر کرنے اور ان کی آرا کا جائزہ لینے سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ ''تقسیمِ ہند'' یا''فرقہ ورانہ بنیاد پر تقسیمِ ہند'' سے تصورِ پاکستان کے جزوی عناصر کی سرسری نشاندہی ہوتی ہے۔ حقیقی اور جامع تصورِ پاکستان وہی ہے جو اقبال نے خطبہ الہ آباد کے چند صفحات میں پیش کیا۔

اقبال اور اسلامی نظریہ قومیت

خطبہ الہ آباد کے علاوہ دیگر دستاویزات کی اہمیت بنیادی ہے۔جناح کے نام لکھے گئے خطوط (۱۶)، مسلم ریاست کے ضمن میں خطوط اور مولانا حسین احمد مدنی کی ''متحدہ قومیت'' کے جواب میں اقبال کا مضمون بعنوان ''جغرافیائی حدود اور مسلمان''ان دستاویزات میں تصورِ پاکستان، جامعیت اور آب وتاب کے ساتھ موجود و محفوظ ہے۔اس کی بنیاد اسلامی قومیت ہے۔جب روئے زمین پر وطنی قومیت کا نظریہ پھل پاچکا تھا۔اقبال نے اسلامی قومیت کا نظریہ زوردار اور موثر انداز کے ساتھ پیش کیا۔ تصورِ پاکستان کے دوسرے عناصر میں اہم ترین اسلامی اجتماعی نظام ہے جو دوسرے نظاموں سے متصادم ہے۔اس ضمن میں اقبال عرب ملوکیت کے اثرات سے پاک اسلامی تہذیب و تمدن کے احیا و تحفظ اور اسلامی قوانین کے نفاذ کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ہندی مسلمانوں کا انگریز کی غلامی اور ہندو غلبہ و تسلط دونوں سے نجات، ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں تقسیم اور کم از کم، شمالی مغربی ہند (نیز بنگال) میں الگ مسلم ریاست یا ریاستوں کا قیام تصورِ پاکستان کے بنیادی عناصر ہیں(۱۷)۔ڈاکٹر جاوید اقبال نے برنی سے بذریعہ خط استفسار کیا تھا کہ آپ اس خط کا ماخذ بتائیں کہ محمد علی جناح نے رحمت علی کے نظریہ پاکستان پر تنقید کی تھی۔جو اب میں برنی نے اس کتاب کا حوالہ دیا اور اس سے ایک اقتباس بھی ارسال کیا جو کچھ یوں تھا۔

''میں جب کبھی رحمت علی کا ذکر کرتا تھا تو جناح کی بھنویں تن جاتی تھیں۔وہ رحمت علی کے نظریہ پاکستان کو قابوس نہیں تو والٹ ڈسنے کی ڈریم لینڈ ضرور سمجھتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں، ان کا یہ ناک بھوں چڑھانا کچھ ایسا تھا جیسے کسی ایسے اناڑی پر ایک ماہر کھلاڑی جھنجھلاتا ہے جو ترپ کا پتہ پاس نہ ہوتے ہوئے بھی شو کا اعلان کر دے''(۱۸)

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ ہندوستانی ماہرین نے رحمت علی کے نظریہ کو اقبال سے اس لیے دور رکھنے کی کوشش کی کہ پاکستان کی عوام رحمت علی کو پاکستان کا مفکر مان لے اور اقبال کے خیال سے دست بردار ہو کر انھیں اپنا مفکر ماننے سے انکار کر دے اور پھر ہندوستانی ماہرین اقبال کو ہندوستان اور وہاں کے افکار و خیالات کا مبلغ ثابت کر کے یہ واضح کرنے کی سعی لاحاصل شروع کریں کہ اقبال تو صرف اور صرف ہندوستان ہی کو پسند کرتے تھے اور ان کا آج کے پاکستان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ہندوستانی ماہرین کا جگہ جگہ اقبال اور محمد علی جناح کے ساتھ رحمت علی کا ذکر ایک بھونڈی سازش کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔چودھری رحمت علی کو تصورِ پاکستان کا خالق اور پاکستان کا محرکِ اول ثابت کرنے کے لیے ہندوستانی ماہرینِ ادب نے منصوبہ بندی کے تحت کام کیا ہے(۱۹)۔رحمت علی کی طرح ان کا مسئلہ بھی یہ رہا کہ مفکر و مصورِ پاکستان کے مقام سے اقبال کو معزول کیسے کیا جائے۔چودھری رحمت علی نے فکرِ اقبال سے فیضان حاصل کیا اور جوشِ عمل کا مظاہرہ بھی کیا لیکن اقبال کے پیغام کا پورا ادراک نہ کر سکے یا اس سے

انحراف کیا۔ یہ نکتہ کہ اسلام ایک اجتماعی سیاسی نظام ہے اور کسی وطنی قومی نظام کے تحت بروئے کار نہیں آسکتا اور یہی خطبہ الہ آباد کی جان ہے۔ اقبال کا مضمون جس کا عنوان ''جغرافیائی حدود اور مسلمان'' (۲۰) اسی شاہکار استدلال پر مبنی ہے۔ پاکستان کی فکری اور نظریاتی اساس صداقت پر مبنی دلائل، جامعیت اور فکری پختگی و عظمت کے ساتھ صرف اقبال کے کلامِ نظم و نثر میں ہے۔ الفاظ یا جملوں کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے یا خاص مقاصد کے تحت غلط تاویلات اور مبہم مباحث سے حقیقتِ ابدی کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اقبال نے اسلامی ریاست کو خود نصب العین بتایا ہے۔ یہ ایک بڑے نصب العینِ اسلامی نشاۃ ثانیہ کا لازمی جزو ہے اور اسلامی اتحاد کی طرف ایک اہم پیش رفت ہے۔ اس کے باوجود برنی نے اپنی کتاب میں پاکستانی سکالر عائشہ جلال کی کتاب ''The Sole Spokesman'' ''جو کیمبرج یونیورسٹی سے ۱۹۸۵ء میں شائع ہوئی'' کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے: ''محمد علی جناح بھی اس بات سے ناخوش تھے جب بقول خود ان کے ''کرم خوردہ اور مقطوع'' پاکستان ان کی خواہشات کے خلاف وجود میں آیا'' (۲۱)۔ اس اقتباس سے یہ سمجھنا ضروری نہیں کہ وہ خواہشات کا اختلاف ہونے کی وجہ سے قیام ہی کے خلاف تھے۔ شاید وہ صوبوں کی تقسیم یا کسی اور علاقے کا اضافہ چاہتے ہوں۔ مگر پاکستان اور اقبال کے مخالفین ہر لمحہ کسی نہ کسی چیز کی تلاش میں سرگراں نظر آتے ہیں جو ان کے نزدیک پاکستان کے قیام کو غلط ثابت کرنے کے لیے معاون ثابت ہو۔ دراصل ان مخالفین کا تو مقصد ہی یہ لگتا ہے کہ وہ کسی اور قسم کا آزاد پاکستان چاہتے تھے جس میں مادر پدر آزادی بھی ہو۔ دین بھی گھر کا ہو اور عبادت بھی اپنی مرضی کی۔ غرض یہ کہ اقدار و روایات بھی من پسند ہوں۔ ایسے پاکستان مخالفین پاکستان کو برا یا غلط کہہ کر ان برصغیر کے مصنفین کو ذہنی اور قلبی سکون پہنچانا چاہتے ہوں جو اقبال کو یہ طعنہ دینے کا بہانہ ڈھونڈ رہے تھے کہ یہ ہے وہ پاکستان جسے آپ اپنے خواب کی تعبیر سمجھتے ہیں۔ خاص طور پر ہندوستانی محققین اس ایجنڈے پر مصروفِ عمل نظر آتے ہیں کہ اقبال کا رشتہ پاکستان اور پاکستانیوں سے توڑ دیا جائے تاکہ اُس کو اسلامی روایات و اقدار کی یاد دہانی اور اسلام کی تبلیغ کے لیے کوئی موثر فکر یعنی فکرِ اقبال نہ مل سکے۔ اقبال کا ایک خط ۶۔ مارچ ۱۹۳۴ء بھی منظرِ عام پر آیا ہے جو راغب احسن کے نام ہے۔ اس خط میں اقبال نے لکھا ہے:

> ''اس خط کے ساتھ ایڈورڈ تھامسن (انگلستان کی معروف ادبی شخصیت) کے میری کتاب پر تبصرے کی دو کاپیاں منسلک کر رہا ہوں یہ کئی اعتبار سے دلچسپ ہے اور آپ شاید اسے اپنے رسالے میں شائع کرنا پسند کریں گے۔ براہِ کرم دوسری کاپی ''اسٹار آف انڈیا'' (کلکتہ) کو بھیج دیجیے''۔ (۲۲)

اس خط میں اقبال نے یہ بھی لکھا کہ:

> ''براہِ کرم یہ بھی دھیان رکھیے کہ تبصرہ نگار میری سکیم کو ''نظریہ پاکستان'' سے مخلوط کر رہا ہے۔ میں تو انڈین فیڈریشن میں ایک مسلم صوبہ کی تشکیل کا حامی ہوں۔ جبکہ نظریہ پاکستان میں شمال مغربی ہند کے مسلم صوبوں کی ایک جداگانہ فیڈریشن کی بات کہی گئی ہے جو انڈین فیڈریشن سے الگ اور براہِ راست انگلستان سے مربوط ہوگا'' (۲۳)

یہاں یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ کسی بھی تحریک کے ابتدائی دور کے نظریات کچھ اور ہوتے ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ حالات، واقعات، معاملات اور خاص طور پر مخالفین کے ساتھ ملاقات کے بعد کچھ تبدیل ضرور ہوتے ہیں۔ اقبال کے نظریات ابتدا میں تو یہی ہوں گے مگر وقت کے بدلتے ہوئے دھارے پر رواں دواں رہتے ہوئے کہیں کوئی نہ کوئی تبدیلی تو ممکن ہے مگر اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اقبال پورے پاکستان کی تخلیق سے گریزاں تھے۔ جواہر لال نہرو نے بھی عام طور پر شائع شدہ غلط فہمی کی تردید کی تھی کہ اقبال نظریہ پاکستان کے بانی تھے۔ دراصل نہرو اقبال کو پاکستان کے صرف ابتدائی حامیوں میں شمار کرتے تھے۔ نہرو یہ بھی سمجھتے تھے کہ نظریہ پاکستان میں پوشیدہ خطرات سے

اقبال بھی واقف ہو چکے تھے۔ جواہر لال نہرو بار بار یہ بات دہراتے نظر آتے ہیں کہ اقبال نے ایڈورڈ تھامسن کو ملاقات کے دوران یہ واضح کر دیا تھا کہ انھوں نے صرف آل انڈیا مسلم لیگ کے سیشن کی صدارت کے باعث پاکستان کی حمایت کی تھی۔ وہ تو یہ بھی دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں کہ اقبال یہ سمجھ چکے تھے کہ ایسا پاکستان، ہندوستان کے لیے عام طور پر اور مسلمانوں کے لیے خاص طور پر نقصان دہ ہوگا (۲۴)۔ اس لیے ہندوستانی مصنفین اور محققین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اقبال نے اپنا ذہن بدل لیا تھا (۲۵)۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ اقبال کا نظریہ حیات، نظریہ پاکستان یا ہندوستان کی تقسیم سے میل نہیں کھاتا۔ جواہر لال نہرو نے اقبال کے گھر جا کر ان سے ملاقات کی تھی۔ اس گفتگو میں جو اقبال سے ان کے گھر میں ہوئی جواہر لال نہرو نے یہ محسوس کیا کہ اختلافات کے باوجود بہت سے معاملات پر اقبال اور جواہر لال نہرو کے خیالات مشترک ہیں۔ نہرو نے کہا ہے کہ اس وقت اقبال کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور ایک موضوع سے دوسرے موضوع پر چلے جاتے تھے۔ یہ کیسا عجیب بہتان ہے جو جواہر لال نہرو نے اقبال پر لگایا ہے۔ جواہر لال نہرو نے اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ:

''مجھے یہ محسوس کر کے بہت خوشی ہوئی کہ وہ مجھے (اقبال) پسند کرتے ہیں اور میرے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں۔ میرے رخصت ہونے سے ذرا پہلے انھوں نے مجھ سے کہا۔۔ تم میں اور جناح میں کیا بات مشترک ہو سکتی ہے؟ وہ ایک سیاست دان ہیں اور تم ایک محبِ وطن ہو''۔ (۲۶)

برنی نے بڑے دعوے سے اور فخر کا اظہار کرتے ہوئے نہرو کی ان باتوں کو بیان کیا ہے۔ دراصل ہندوستان کے لوگوں کا ایک المیہ ہے۔ جواہر لال نہرو کے پیروکار جو بھارتی دانشوران کے دعوے کی تائید و توثیق کرتے ہیں انھیں اقبال کے خطوط جناح کے نام کو جعلی قرار دینا پڑا ہے۔ اس جعل سازی کا ہدف قائدِ اعظم محمد علی جناح بنتے ہیں۔ اگر یہ خطوط جعلی تھے تو ایسا ثابت کر کے قائدِ اعظم کو گرایا جا سکتا تھا۔ ہندو قیادت کو چاہیے تھا کہ اس زمانے میں یا قائدِ اعظم کی زندگی میں یہ دعویٰ کرتی کہ مذکورہ خطوط کی کوئی اصل نہیں۔ لیکن نہرو سمیت کسی ہندو رہنما نے قیامِ پاکستان یا وفاتِ قائد سے قبل یہ دعویٰ نہیں کیا۔ جواہر لال نہرو نے اقبال کو اشتراکی بھی ظاہر کیا ہے۔ تصورِ پاکستان سے دست برداری اور اشتراکیت کی حمایت کے ضمن میں پروفیسر جگن ناتھ آزاد کا یہ تبصرہ لائقِ توجہ ہے۔ ''اگر اقبال اشتراکی بن چکے تھے تو ان کے مطالبۂ پاکستان سے دست بردار ہونا لازمی تھا'' (۲۷)

ہندوؤں نے اقبال پر فرقہ پرستی کا الزام شد و مد سے اور بار بار عائد کیا ہے تاہم ہندو دانشوروں کا ایک گروہ متضاد موقف رکھتا ہے۔ اس گروہ کے نزدیک اقبال آفاقی شاعر ہیں جبکہ پاکستان فرقہ واریت کا نتیجہ ہے۔ نہرو نے ''دریافتِ ہند'' میں لکھا ہے: ''زندگی کے بارے میں اقبال کا نظریہ اول سے آخر تک ان حالات و واقعات کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں رکھتا جو تصورِ پاکستان یا تصورِ تقسیم ہند کے نتیجے کے طور پر رونما ہوتے چلے گئے'' (۲۸)

جواہر لال نہرو کے موقف کو پھیلانے والے ہندو اہلِ قلم زور شور سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اقبال پر مذہبی فرقہ پروری اور مسلم بنیاد پرستی کا الزام غلط ہے۔ اس لیے آزاد پاکستان کا تصور ان کے دماغ کی اختراع ہے۔ جو لوگ چودھری رحمت علی کو مصورِ پاکستان کے مقام پر فائز کرنا چاہتے ہیں وہ بھی اس دلیل سے کام لے رہے ہیں۔ کچھ لوگ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے یہ بھی سوچتے ہیں کہ چند پیشہ ور مصنفوں نے اقبال کی فکر کو محدود کر کے رکھ دیا۔ اقبال تو ایک آفاقی اور عالمی شاعر تھے۔ لیکن کچھ لوگ ان تمام خوبیوں کے باوجود اقبال کے بارے میں یہ بھی رائے رکھتے تھے کہ وہ تو ہندوستان میں رہتے ہوئے ہی مسلمانوں کی مرکزیت کے قائل تھے۔ حالانکہ وہ ماہرین یہ سوچنے سے قاصر ہیں کہ ایک عالمی اور آفاقی شاعر کے لیے یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ ہندوستان کے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں کی مرکزیت کا قائل ہو۔ اس سے تو یہ بات ہی واضح نہیں ہوتی بلکہ

الٹا ابہام پیدا کرتی ہے کہ مرکز میں ہندو اکثریت کے غلبے کی صورت میں مسلمانوں کی مرکزیت کیسے قائم ہوتی؟ یہ بات اصولاً ہی غلط ہے کہ مسلمانوں کو فرقہ قرار دیا جائے اور ہندو مسلم مسئلے کو فرقہ واریت کا نام دیا جائے۔ مسلمان ایک قوم، ملت یا امت ہیں۔ کیونکہ انگریزی لفظ کمیونل کا ترجمہ فرقہ وار بھی ہے۔ چنانچہ یہی لفظ رواج پا گیا۔ تاہم فرقہ پرست کا لفظ اپنے لیے نہیں بلکہ مخالفین کے لیے استعمال ہوتا رہا ہے۔ مثلاً بی جے پی ہندو قوم پرست جماعت ہے لیکن کانگرس والے اسے فرقہ پرست جماعت کہتے ہیں۔

فکرِ اقبال کی آفاقیت

اقبال کا ذہن آفاقی تھا اور ہر مسلمان کم و بیش آفاقی ہوتا ہے۔ اسے اس بات کا یقین ہے کہ نسلِ انسانی فردِ واحد کی اولاد ہے۔ اقبال کی آفاقیت کا راز اسلام میں پوشیدہ ہے۔ اسلام آفاقی ہے۔ اس لیے اقبال آفاقی ہیں۔ اسلام رنگ، زبان اور وطن کے اختلاف کو اہمیت نہیں دیتا۔ اسلام نسلوں اور قوموں میں بٹی ہوئی اولادِ آدم کو ایک ہی اسلامی برادری میں تبدیل کرتا ہے۔ اقبال کا موقف ہے کہ :

''اسلام ایک عالم گیر سلطنت کا یقیناً منتظر ہے جو نسلی امتیازات سے بالاتر ہو گی اور جس میں شخصی اور مطلق العنان بادشاہوں اور سرمایہ داروں کی گنجائش نہ ہو گی۔ دنیا کا تجربہ خود ایسی سلطنت پیدا کر دے گا۔ غیر مسلموں کی نگاہ میں شاید یہ محض ایک خواب ہو لیکن مسلمانوں کا یہ ایمان ہے''(۲۹)

ہندی وطنی قومیت

ہندوستان میں ہندی وطنی قومیت، اسلامی قومیت سے متصادم تھی۔ اس لیے اقبال نے ہندی وطنی قومیت کو مخالف کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اقبال نے تنگ نظری اور فرقہ واریت کو نہ کبھی پسند کیا ہے اور نہ ہی کبھی اس کی حوصلہ افزائی کی ہے تاہم ملتِ اسلامیہ سے محبت کرتے تھے اور اس سے رابطہ استوار رکھنے کا درس دیتے تھے اور اپنے خطبہ الہ آباد میں ''برتر فرقہ واریت'' پر روشنی بھی ڈالی ہے۔ آپ کا یقین اور اعتبار یہ تھا کہ ہر جماعت اپنے عقائد کے مطابق ترقی کرنے کی مجاز ہے کسی تنگ نظر فرقہ واریت پر مبنی نہیں۔ وہ فرقہ واریت جو دوسری قوموں سے نفرت کرتی ہو اور ان کے بارے میں برا سوچنے کی تعلیم دیتی ہو، اقبال کے خیال میں وہ ذلیل اور کم تر ہوتی ہے۔ اقبال دوسری قوموں کے رسوم اور ان کے قوانین اور ان کے معاشی اور معاشرتی اور مذہبی اداروں کی دل سے عزت کرتے تھے۔ بحیثیت مسلمان آپ یہ اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اگر ضرورت پیش آئے تو قرآنی ارشاد کے مطابق آپ ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کو بھی تیار تھے۔ اس کے باوجود آپ یہ برملا اظہار کرتے تھے کہ :

''مجھے اس جماعت سے دلی محبت ہے جو میرے اطوار اور میری زندگی کا سرچشمہ ہے۔ جس نے اپنے دین، اپنے ادب، اپنی حکمت اور اپنے تمدن سے بہرہ مند کر کے مجھے وہ کچھ عطا کیا جس سے میری زندگی اور رویے کی تشکیل ہوئی۔ چنانچہ میرے ماضی نے سرنو زندہ ہو کر مجھ میں یہ احساس پیدا کر دیا کہ وہ اب میری ذات میں سرگرم کار ہے''(۳۰)

یہ فرقہ واریت ہندو قومیت اور مسلم قومیت کے فرق و امتیاز کی برتر شکل ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ ہندو قوم کو ادنیٰ اور ذلیل تصور نہ کیا جائے۔ اس کے معاشی و مذہبی اداروں کی عزت کی جائے اور ضرورت پڑے تو حفاظت بھی۔ اقبال بلاشبہ آفاقی ذہن رکھتے تھے لیکن ان کے آفاقی ذہن کی تشکیل ایک آفاقی دین، اسلام نے کی تھی۔ اقبال کی آفاقیت کا یہ تقاضا ہر گز نہ تھا کہ ایک آفاقی قوم کو ہندو یا ہندی قومیت میں ضم کر دیں۔ ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن نشیں کر لی جائے کہ تحریکِ پاکستان کے بانی چودھری رحمت علی نہیں تھے۔ انھیں تحریکِ پاکستان کا بانی سمجھنا ایک مغالطہ

ہے۔ پاکستان چودھری رحمت علی کی تحریک کے باعث قائم نہیں ہوا۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح سے انگریز اور ہندو اس وقت معاملات طے کرنے پر مجبور ہو گئے جب آل انڈیا مسلم لیگ عام انتخابات میں تقریباً کل مسلم نشستوں پر کامیاب ہو کر ہندی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت بن گئی۔ یہ بے مثل کامیابی مسلمانوں کے منظم اور بیدار ہونے کا نتیجہ تھی۔ نیز اُس تحریک کا نتیجہ تھی جو ۱۹۴۰ء میں قرار دادِ لاہور کی منظوری کے بعد شروع ہوئی تھی۔ رحمت علی نہ مسلم لیگ کے رکن تھے اور نہ اس تحریک میں حصہ لے سکے۔ اقبال تیس برس سے زیادہ عرصے تک مسلم لیگ سے وابستہ رہے۔ تحریکِ پاکستان کو فکری رہنمائی کم و بیش بھی اور کلی طور پر بھی علامہ اقبال نے فراہم کی۔

تصورِ پاکستان کے حقیقی خالق اقبال

قائدِ اعظم محمد علی جناح پاکستان کے بانی ہیں۔ لفظ پاکستان رحمت علی کا وضع کردہ ہے۔ یہ بھی ایک اعزاز ہے مگر اسے اسلامی جمہوریہ بنانے میں اقبال اور جناح کا خون پسینہ شامل ہے۔ آج کے دور میں ہندو مسلم تعلقات کے حامی افراد کا نظریہ یہ ہے کہ اقبال نے زور ہندوستان کی علیحدگی پر نہیں دیا بلکہ اقبال کو ہندوستان میں ایک متحدہ مسلم مملکت کے قیام میں عملی مفاد نظر آیا۔ مگر ان کی بنیادی تحریک ایک نصب العین کے تحت تھی۔ اقبال کی مجوزہ مملکت کے باشندے ان کے خواب کو کس حد تک شرمندۂ تعبیر کر سکتے ہیں یہ ایک الگ سوال تھا۔ بعض لوگ یہ بھی گمان رکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اقبال کو نظریاتی شدت کا موردِ الزام ٹھہرایا جائے لیکن ہندوؤں سے نفرت ان کے نظریات کی اساس نہ تھی۔ آلِ احمد سرور کے اس خیال کو مظفر حسین برنی نے اپنی کتاب ''محبِ وطن اقبال'' کی زینت بنایا ہے جس میں آلِ احمد سرور کے اس خیال کہ ''اقبال نے ۱۹۳۷ء میں نظریہ پاکستان کے بارے میں اپنا خیال تبدیل کر لیا تھا''(۳۱) کا حوالہ ہے۔

قائدِ اعظم محمد علی جناح کے نام لکھے گئے خطوط

اقبال نے ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کو محمد علی جناح کے نام ایک خط میں لکھا تھا:

> ''مسلم ہندوستان کے لیے ان مسائل کا حل ممکن بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ملک کو دوبارہ تقسیم کیا جائے اور مسلمانوں کے لیے ایک یا ایک سے زیادہ صوبے بنائے جائیں جن میں ان کی قطعی اکثریت ہو''(۳۲)

اس کے بعد اقبال نے محمد علی جناح کے نام ۱۲ جون ۱۹۳۷ء کے ایک خط میں ایک قدم اور آگے بڑھ کر لکھا:

> ''مسلم صوبوں کا میری مذکورہ بالا تجاویز کی روشنی میں بنایا ہوا ایک علیحدہ وفاق وہ واحد حل ہے جس کے ذریعے ہم ہندوستان کو پر امن رکھ سکتے ہیں اور مسلمانوں کو غیر مسلموں کے غلبہ سے بچا سکتے ہیں۔ آخر شمال مغربی ہندوستان اور بنگال کے مسلمان ''قوم'' کیوں نہیں سمجھے جا سکتے جنہیں حقِ خود اختیاری حاصل ہو۔ جیسے ہندوستان میں اور ہندوستان سے باہر دوسری قوموں کو حاصل ہو۔''(۳۳)

آلِ احمد سرور نے اس طرف اشارہ کیا تھا کہ اقبال پہلی بار جداگانہ وفاق کا اس خط میں تذکرہ کرتے ہیں اور یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اگرچہ اقبال نے لفظ پاکستان کا استعمال نہیں کیا مگر ۱۹۳۷ء میں اپنی وفات سے ایک سال سے ذرا پہلے وہ دو جداگانہ مسلم ریاستوں کی تشکیل کی تجویز دے رہے تھے۔ جن میں سے ایک شمال مغربی ہندوستان میں اور دوسری شمال مشرق میں ہو۔ آلِ احمد سرور کا خیال یہ بھی تھا کہ ''شاید تھامسن کے حافظے نے اسے کچھ دھوکہ دیا''۔ اس بات پر سید مظفر حسین برنی نے اپنی کتاب ''محبِ وطن اقبال'' میں لکھا ہے کہ میرا خیال ہے کہ اقبال کے خطوں سے جو مطلب آلِ احمد سرور نے نکالا ہے وہ اس موضوع پر اقبال کے اندازِ فکر سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اقبال نے چودھری رحمت علی کے نظریہ پاکستان کو درخورِ

اعتنانہ سمجھا اور انھوں نے تھامسن کے اس تاثر کی تردید کی تھی کہ اقبال پاکستان کے حامی ہیں۔اقبال کے ذہن میں جس مملکت کا تصور تھا وہ خود ان کے الفاظ میں جو لکھنؤ اجلاس میں کہے، یہ تھے کہ ہندوستان میں ایک مسلم ہندوستان کا خواب نہ کہ ایسی مملکت کا خواب جو ہندوستان سے اپنے تمام رشتے ناتے توڑ لے۔ یہ شاخسانہ ہے اس سوچ کا جو یہ ثابت کرنے کے درپے ہیں کہ اقبال کا تصورِ پاکستان سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ لوگ ایسی ایسی موشگافیاں کرتے ہیں کہ جنھیں آج اقبال دیکھیں تو انگشت بدنداں رہ جائیں کہ ان کے خیال اور فکر کو کیا رنگ دیا جارہا ہے۔

برنی کے اخذ کردہ دلائل و نتائج

برنی نے جن دلائل کا سہارا لیا ہے وہ محض اخذ کردہ ہیں اور ان دلائل سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ: ''پاکستان جس شکل میں وجود میں آیا، وہ (اقبال) اس کے قطعاً حامی نہیں تھے''(۳۴)

یہ ہے اخذ کردہ نتیجہ جس کے لیے سید مظفر حسین برنی نے اپنی کتاب ''محبِ وطن اقبال'' کا تانا بانا بنا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پاکستان ہی میں کئی لوگ ایسے بھی ہیں جو برنی کی کتاب کا مطالعہ نہ بھی کریں پھر بھی ایسے خیالات کے قائل ہیں۔ حالانکہ ایسی باتیں محض لوگوں کا دل بہلانے کے لیے ہوتی ہیں۔ دلچسپ گفتگو اور بحث کے لیے یہ موضوع اچھا ضرور ہے مگر سچائی پر مبنی نہیں ہے۔

قیامِ پاکستان کی تاریخ کے حوالے سے کئی ماہرین اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہیں۔ یہ ضروری نہیں سب کی رائے ایک ہی ہو۔ حالات اور واقعات کی روشنی میں معاملات بدلتے بھی ہیں۔ مطالعہ کی وسعت بھی نتائج کی مختلف صورتوں سے آگاہ کرتی ہے۔ تاریخِ نظریۂ پاکستان کے حوالے سے پروفیسر سید محمد سلیم بھی بہت گہرا مطالعہ رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنی تصنیف ''تاریخ نظریۂ پاکستان'' میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔ دلائل کے ساتھ نتائج پیش کیے ہیں جو نظریۂ پاکستان کی تاریخ کے عمدہ نقوش ہیں۔ کتاب کے حوالے سے آپ لکھتے ہیں:

> ''اس کتاب میں پیش نظر قیامِ پاکستان کی صحیح مگر مختصر تاریخ لکھنا ہے۔ بعید اور قریب عوامل کی نشان دہی کرنا ہے۔ ہندوستان میں دستوری اصلاحات کا ارتقا یا مسلم لیگ کی تاریخ لکھنا پیش نظر نہیں ہے۔ میرا مقصود نظریۂ پاکستان کا ارتقا دکھانا ہے''(۳۵)

قیامِ پاکستان اسلامی تصورِ قومیت کا ثمر ہے اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ پاکستان کی بقا اور یک جہتی کے لیے بھی یہ تصور ناگزیر ہے ورنہ وطنی بنیادوں پر بنگلہ دیش کی طرح کوئی اور دیش بھی بن سکتا ہے۔ ملکی یک جہتی کی طرح ملی اتحاد کی بنیاد پر یہی تصور ہے۔ ہندی وطنی قومیت ہمیں ہندوؤں میں شامل کرتی جہاں ہم بھارتی مسلمانوں کی طرح معتوب، مشکوک اور محکوم رہتے۔ اسلامی تصورِ قومیت ہمیں ملتِ اسلامیہ کا حصہ بناتا ہے اور فکرِ اقبال کو اپناتے ہوئے ہم ملی اتحاد قائم کرنے میں قائدانہ کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ملت اگر ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے تو یہ بات اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے۔ اسلام اتحاد کی تلقین کرتا ہے اور جناب رسالتِ مآبؐ نے ایک امت یا ملت کی تشکیل کی۔ قرآن ہمیں امتِ وسط کے مرتبے پر فائز کرتا ہے اور یہ عارضی فیصلہ نہیں بلکہ ایک ابدی حقیقت ہے۔ نسلی اور وطنی قومیتیں ہمیں جدا کرتی ہیں۔ ملکی سطح پر بھی اور عالمِ اسلام کی سطح پر بھی۔ جبکہ اسلامی قومیت ہمیں یکجا کرتی ہے۔ جغرافیائی اور نسلی اعتبار سے ہم ایرانی، عرب اور ترک کہلا سکتے ہیں لیکن مسلم ملت یا قوم کی تشکیل نہ اتحادِ وطن کی بنیاد پر ہوئی ہے نہ رنگ و نسل کی بنیاد پر اور نہ اقتصادی اغراض کی بنیاد پر۔ یہ بنیاد خود اسلام ہے۔

نتائج

زیرِ نظر مقالہ کے مجموعی مطالعے سے جو مرکزی اور مربوط حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اقبال کو تصورِ پاکستان سے کاٹنے کی کوشش محض ادبی یا علمی تعبیر نہیں بلکہ ایک واضح فکری اور سیاسی بیانیہ ہے جس کا ہدف پاکستان کی فکری و نظریاتی اساس کو کمزور کرنا ہے۔ سید مظفر حسین برنی نے ایڈورڈ تھامسن کے حوالے سے 1934ء کے مکتوبات کو بنیاد بنا کر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اقبال ''پاکستان اسکیم'' کے خالق نہ تھے تاہم جواہر لال نہرو اور تھامسن سے منسوب بیانیات کی تردید اور خصوصاً 1937ء کے قائدِ اعظم محمد علی جناح کے نام خطوط واضح کرتے ہیں کہ اقبال کی فکر ارتقائی مرحلوں سے گزرتی ہوئی ''مسلم اکثریتی صوبہ/صوبوں'' کی حدِ تعبیر سے آگے بڑھ کر ''جداگانہ مسلم وفاق'' کی جانب متعین ہوتی ہے۔ یوں اقبال کی تحریر و تقریر میں مسلم اجتماعیّت، حقِ خود اختیاری اور اسلامی سیاسی معاشرت کے نفاذ کا جوہری مقدمہ مسلسل استدلال کے ساتھ موجود ہے۔ نہرو اور بعض مستشرقین کے اس بیانیے کہ اقبال نے بعد ازاں ''تصورِ پاکستان'' سے رجوع کر لیا تھا کو خطبہ الہ آباد کی داخلی شہادتیں اور 1937ء کے خطوط بے اثر کر دیتے ہیں۔ اقبال کی ''آفاقیت'' اور ''اسلامی قومیت'' ایک دوسرے کی نقیض نہیں بلکہ لازم و ملزوم ہیں۔ وہ وطنی قومیت کے محدود دائرے میں مسلم اجتماعیّت کو ضم کرنے کے بجائے شریعت اور عدلِ اجتماعی پر قائم ایسے سیاسی نظم کے قائل ہیں جو مسلمانوں کی دینی اور تہذیبی شناخت کا محافظ ہو اور اقلیتوں کے حقوق کا بھی ضامن ہو۔ چودھری رحمت علی کے نام کی وضع اور کتابچے کی تشہیری اہمیت اپنی جگہ مگر نہ وہ مسلم لیگ کے منظم سیاسی عمل کا حصہ تھے نہ تحریکِ پاکستان کی فیصلہ ساز صف میں تھے۔ اس لیے رحمت علی کی اسکیم کو اقبال کے فکری منصوبے پر فوقیت دینا محض وہی حکمتِ عملی ہے جس سے ''اقبال بمقابلہ پاکستان'' کا مصنوعی فاصلہ پیدا کیا جاتا ہے۔ تاریخی و متنی شواہد یہ بتاتے ہیں کہ مسلم لیگ کی شاندار انتخابی کامیابیوں کے بعد برصغیر کی سیاست میں قائدِ اعظم کے ساتھ مذاکرات ناگزیر بنے اور اسی مرحلے پر اقبال کی فکری رہنمائی، اسلامی نظریۂ قومیت، مسلم اجتماعی نظام اور جداگانہ وفاق سیاسی حکمتِ عملی کی فکری بنیاد بنا۔ جب کہ ''اقبال پر فرقہ واریت'' کا الزام ترجمہ و مفہوم کی فکری لغزش اور سیاسی مقاصد کا شاخسانہ ثابت ہوا۔ برنی کی اقبال فہمی وہاں کمزور پڑتی ہے جہاں وہ 1934ء کے ایک سیاق کو اقبال کے مکمل فکری سفر پر حاکم بنا دیتے ہیں۔ اقبال کا بعد ازاں بیان کردہ جداگانہ مسلم وفاق اسی ''تصورِ پاکستان'' کی فکری بنیاد ہے جسے برنی غیر متعلق ٹھیراتے ہیں۔ اسلامی ریاست کی تشکیل کے باب میں اقبال نے آفاقی اخلاقی اقدار، شریعت پر مبنی قانون، عدلِ اجتماعی اور بین الاقوامی اخوت کو داخلی و خارجی حکمتِ عملی کے اصولی ستونوں کے طور پر استعمال کیا۔ یہی وہ فکری ڈھانچا ہے جو پاکستان کو محض ''خطۂ زمین'' کے بجائے ایک تہذیبی و اخلاقی منصوبہ بناتا ہے۔ اقبال مخالف بیانیات، چاہے وہ نہرو کے ہوں یا پھر تھامسن کی قرأت ہو یا بعض پاکستانی مفکرین کی ''غیر مذہبی ریاستی تعبیر'' متنی و تاریخی شہادتوں کے سامنے ٹھہرتی نہیں۔ ان کا مشترک مقصد اقبال کی عالمگیریت کو ''صرف ہندوستانی سیاق'' تک محدود اور پاکستان کی فکری اصل کو غیر یقینی دکھانا ہے۔ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ''تصورِ پاکستان'' کے فکری خالق اقبال ہیں۔ جب کہ قائدِ اعظم محمد علی جناح اس تصور کی سیاسی تعبیر و عملی تشکیل کے معمار۔ لفظ ''پاکستان'' رحمت علی کا عطیہ سہی مگر ریاست کے نظریاتی خدوخال، اسلامی قومیت، عدلِ اجتماعی، حقوقِ اقلیت، جمہوری مشاورت یہ سب اقبال کے متن میں محفوظ ہیں اور تحریکِ پاکستان کی فکری توانائی بھی وہیں سے پھوٹی۔ اس لیے آج پاکستان کی فکری سرحدوں کے استحکام کا راستہ اقبالیات کی سنجیدہ تدریس، اصل متون کی روشنی میں غلط فہمیوں کی درستی اور علمی و ادبی اداروں میں اقبال اور پاکستانیت کے موضوعات پر منظم مکالمہ اور تحقیق ہے کیونکہ اقبال کو مرکز سے جدا کر دینا دراصل پاکستان کی فکری مرکزیت کو کمزور کرنا ہے اور یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس کی تائید اس مقالے کے تمام دلائل، شواہد اور تاریخی متون کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد عامر اقبال، ڈاکٹر: فکرِ دانائے راز، (فیصل آباد: حسنِ ادب، ۲۰۲۴ء) ص ۱۹

۲۔ ایوب صابر، پروفیسر، ڈاکٹر: تصورِ پاکستان۔ علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ (اسلام آباد: ورڈ میٹ اول، ۲۰۰۴ء) ص ۱۴۰

۳۔ مظفر حسین برنی، سید: محبِ وطن اقبال (ہریانہ: اردو اکادمی، ۹۸۳، سیکٹر ۹، پنچکولہ ہندوستان، ۱۹۹۹ء)، ص ۱۴۰

۴۔ مظفر حسین برنی: سید، محبِ وطن اقبال، ص 141

۵۔ ایضاً

۶۔ محمد عامر اقبال، مقالہ نگار: سید مظفر حسین برنی کی اقبال شناسی (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۸ء) ص ۲۱۴

۷۔ ایوب صابر، پروفیسر، ڈاکٹر، تصورِ پاکستان، ص ۱۴۳

۸۔ محمد عامر اقبال، مقالہ نگار: سید مظفر حسین برنی کی اقبال شناسی، ص ۲۱۴

9- S. Hasan Ahmad, Iqbal: his political ideas at crossroads, Printed In India by K.C. Mital at Printwell Printers. Exhibition Road. Aligarh and Published by him for Printwell Publications. Aligarh. March 1979

۱۰۔ مظفر حسین برنی: سید، محبِ وطن اقبال، ص 145

۱۱۔ مظفر حسین برنی: سید، محبِ وطن اقبال، ص 146

۱۲۔ محمد عامر اقبال، مقالہ نگار: سید مظفر حسین برنی کی اقبال شناسی، ص 215

۱۳ ایوب صابر، پروفیسر، ڈاکٹر، تصورِ پاکستان، ص ۱۳۷

۱۴۔ ابوالاعلیٰ مودودی، سید، اقبالیات، مرتبہ، سمیع اللہ، خالد ہمایوں، دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامیہ طبع دوم ۱۹۸۶ء، ص ۱۱

۱۵۔ محمد عامر اقبال، مقالہ نگار: سید مظفر حسین برنی کی اقبال شناسی، ص 216

۱۶۔ محمد جہانگیر عالم: اقبال کے خطوط جناح کے نام، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۶ء) ص ۶۳

۱۷۔ محمد عامر اقبال، مقالہ نگار: سید مظفر حسین برنی کی اقبال شناسی، ص 217

۱۸۔ مظفر حسین برنی، سید، محبِ وطن اقبال، ص ۱۴۳

۱۹۔ محمد عامر اقبال، مقالہ نگار: سید مظفر حسین برنی کی اقبال شناسی، ص 218

۲۰۔ تصدق حسین تاج، مرتبہ: مضامینِ اقبال، (حیدر آباد، دکن: اعظم اسٹیم پریس، مغلپورہ) ص ۱۸۰

۲۱۔ مظفر حسین برنی، سید، محبِ وطن اقبال، ص ۱۴۴

۲۲۔ محمد اقبال: کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد سوم، مرتبہ سید مظفر حسین برنی، (دہلی: اردو اکادمی ۱۹۹۳ء) ص ۴۷۳

۲۳۔ ایضاً

24-https://www.linkshop.pk/jawaharlal-nehru/talash-hind

۲۵۔ مظفر حسین برنی، سید، محبِ وطن اقبال، ص ۱۴۶

۲۶۔ مظفر حسین برنی، سید، محبِ وطن اقبال، ص ۱۴۵

۲۷۔ ایوب صابر، پروفیسر، ڈاکٹر، تصورِ پاکستان، ص ۱۸۵

۲۸۔ ایوب صابر، پروفیسر، ڈاکٹر، تصورِ پاکستان، ص ۱۸۶

۲۹۔ محمد اقبال: گفتار اقبال، مرتبہ محمد رفیق افضل، (لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، ۱۹۸۶ء)، ص ۱۷۸

۳۰۔ ندیم شفیق ملک: علامہ اقبال کا خطبہ الہ آباد ۱۹۳۰ء ایک مطالعہ، (لاہور: فیروز سنز، بار اول ۱۹۹۸ء) ص ۱۲۷

۳۱۔ مظفر حسین برنی، سید، محبِ وطن اقبال، ص ۱۴۸

۳۲۔ محمد اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد چہارم، مظفر حسین برنی، ص ۴۸۰

۳۳۔ محمد اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد چہارم، مظفر حسین برنی، ص ۵۰۵

۳۴۔ مظفر حسین برنی، سید، محبِ وطن اقبال، ص ۱۴۹

۳۵۔ پروفیسر سید محمد سلیم: تاریخِ نظریۂ پاکستان، (لاہور: ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان، ۱۹۸۷ء) ص ۲۶

کتابیات

ایوب صابر، پروفیسر، ڈاکٹر: تصورِ پاکستان۔ علامہ اقبال پر اعتراضات کا جائزہ(اسلام آباد: ورڈ میٹ اول، ۲۰۰۴ء)

پروفیسر سید محمد سلیم: تاریخ نظریۂ پاکستان، (لاہور: ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان، ۱۹۸۷ء)

تصدق حسین تاج، مرتبہ: مضامینِ اقبال، (حیدر آباد، دکن: اعظم اسٹیم پریس، مغلپورہ)

شاہد اقبال کامران: اقبال دوستی، (اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۹ء)

فتح محمد ملک: اقبال کا فکری نظام اور پاکستان کا تصور، (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۳ء)

محمد اقبال: حرفِ اقبال، مرتبہ لطیف احمد خان شیروانی، (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۸۴ء)

محمد اقبال: کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد اول، مرتبہ سید مظفر حسین برنی، (دہلی: اردو اکادمی ۱۹۸۹ء)

محمد اقبال: کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد دوم، مرتبہ سید مظفر حسین برنی، (دہلی: اردو اکادمی ۱۹۹۱ء)

محمد اقبال: کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد سوم، مرتبہ سید مظفر حسین برنی، (دہلی: اردو اکادمی ۱۹۹۳ء)

محمد اقبال: کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد چہارم، مرتبہ سید مظفر حسین برنی، (دہلی: اردو اکادمی ۱۹۹۸ء)

محمد اقبال: گفتار اقبال، مرتبہ محمد رفیق افضل، (لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، ۱۹۸۶ء)

محمد جہانگیر عالم: اقبال کے خطوط جناح کے نام، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۶ء)

محمد عامر اقبال، مقالہ نگار: سید مظفر حسین برنی کی اقبال شناسی (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۸ء

محمد عامر اقبال، ڈاکٹر: فکرِ دانائے راز، (asianindexing.com، ۲۰۲۴ء)

مظفر حسین برنی، سید: محبِ وطن اقبال(ہریانہ: اردو اکادمی، ۹۸۳، سیکٹر ۹، پنچکولہ ہندوستان، ۱۹۹۹ء)

Ayesha Jalal: The Sole Spokesman, (Cambridge University Press, 1994) Information on this title: www.cambridge.org/9780521458504

https://www.rekhta.org/ebooks/mazameen-e-iqbal-allama-iqbal-ebooks?lang=ur

https://www.linkshop.pk/jawaharlal-nehru/talash-hind